آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ کے تعارف اور پہچان کو یکجا کرنے کی انسانی بھول

خالق، کسی بھی شئے کو تخلیق کرنے والا (originator, manufacturer) اپنی تخلیق کردہ شئے (product) کو سب سے پہلے ایک نام دیتا ہے۔ شئے کو نام سے متعارف کرایا جاتا ہے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾

''جب آپ (ﷺ) کے رب نے فرشتوں سے کہا'' میں مٹی سے ایک بشر بنانے لگا ہوں'' (سورة ص۔۷۱)

خالق ایک وجود، شئے کو تخلیق کرنے لگا ہے، شئے وجود پانے پر بصارتوں کو نام سے متعارف ہوتی ہے۔ فرمایا مٹی سے جس وجود کو تمہاری بصارتوں کے سامنے لاؤں گا وہ ''بشر'' ہے۔ ''بشر'' وجود پذیر ہونے پر (مٹی کی خصوصیت بھلے سے اپنے میں پنہاں رکھے مگر اب) مٹی نہیں کہلا سکتا کہ حقیقت میں مٹی نہیں ایک نیا وجود ہے، ایک نئی حقیقت ہے۔ مٹی بشر کی ابتدا، تعارف ہے بشر کی پہچان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے یہ نہیں کہا کہ مٹی سے تخلیق کردہ بشر کو سجدہ بجالانا۔ بلکہ انہیں بتایا تھا

فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ

''پھر جب میں اسے (اس بشر کو) سنوار لوں

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى

اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں

فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ۝

تو پھر (اس سبب سے) تم اس (آدم) کیلئے سجدہ بجالانا'' (ایک جیسی الحجر۔۲۹، ص۔۷۲)

عربی زبان کا حرف ''ف'' یہ مفہوم پیدا کرتا ہے (۱) ترتیب کے لئے یعنی یہ ہوا۔ پھر یہ ہوا۔ پھر یہ ہوا (۲) تعقیب کے لئے یعنی ایک واقعہ کے بعد جتنی مدت میں دوسرا واقعہ ہوتا ہو وہ اس مدت میں ہو جائے تو اس کا اظہار بھی 'ف' سے کرتے ہیں (۳) ایک واقعہ کا دوسرے واقعہ یا بات کے لئے سبب بن جانا (۴) واو عاطفہ (اور) کے معنوں میں''۔ ان معنی اور مفہوم سے واضح ہے کہ جب 'ف' استعمال ہوگا تو بعد میں بیان ہونے والا واقعہ لازماً پہلے واقعہ کا تسلسل یا قدرتی نتیجہ ہوگا۔

اللہ نے مٹی سے ایک وجود، بشر کو تخلیق فرمایا۔ اور پھر اس بشر کو سنوارا اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا تو آدم وجود میں آیا جسے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں فرشتے سجدہ بجالائے۔ تراشے پتلوں کو سجدہ نہیں کیا جاتا چاہے اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں بنا بشر کیوں نہ ہو۔ اللہ رب العزت نے بشر کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ آدم کو سجدہ کرنے کا کہا تھا (حوالہ سورة البقرة ۳۴، الاسراء۔ ۶۱، الکہف۔ ۵۰، طہٰ ۱۱۶)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو''

اللہ کے حکم کی تعمیل میں فَسَجَدُوٓاْ إِلَّآ إِبۡلِيسَ ''تو ان ملائکہ نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے''۔ (حوالہ البقرۃ ۳۴، الاسراء۔۶۱، الکہف۔۵۰، طٰہٰ۔۱۱۶)۔ ابلیس نے کیوں سجدہ نہ کیا؟ اس سے پوچھا گیا تھا، اس نے اس حکم عدولی کی وجہ، اپنا استدلال بتایا تھا۔

قَالَ يَـٰٓإِبۡلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ ٱلسَّـٰجِدِينَ ﴿٣٢﴾ ''اللہ نے کہا''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا ہے کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا'' (الحجر۔۳۲)۔ اور سورۃ صٓ کی آیت ۷۵ میں اس کے متعلق بتایا گیا ہے:

قَالَ يَـٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَىَّ‌ۖ أَسۡتَكۡبَرۡتَ أَمۡ كُنتَ مِنَ ٱلۡعَالِينَ ﴿٧٥﴾

''اللہ نے کہا''ابلیس! تجھے کس چیز نے اسے سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو نے تکبر کیا، تو سرکشی کرنے والوں میں سے ہے؟'' (سورۃ صٓ۔۷۵)۔ ابلیس کے جواب کے متعلق بتایا گیا ہے

قَالَ أَنَا۟ خَيۡرٌ مِّنۡهُ‌ۖ خَلَقۡتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقۡتَهُ ۥ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ ''اس نے کہا''میں اس سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا'' (سورۃ ص۔۷۶)۔ اور الحجر کی آیت ۳۳ میں ابلیس کا جواب یوں بتایا گیا ہے

قَالَ لَمۡ أَكُن لِّأَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهُ ۥ مِن صَلۡصَـٰلٍ مِّنۡ حَمَإٍ مَّسۡنُونٍ ﴿٣٣﴾

وہ بولا''مجھے گوارا نہ تھا کہ اس بشر کو جسے تو نے سڑے ہوئے گارے کی سوکھی مٹی سے بنایا سجدہ کروں''۔

قَالَ ءَأَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِينًا وہ بولا''کیا میں اسے سجدہ کرتا جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے؟'' (حوالہ الاسراء۔۶۱)

قَالَ أَرَءَيۡتَكَ هَـٰذَا ٱلَّذِى كَرَّمۡتَ عَلَىَّ

کہنے لگا''کیا تو نے غور کیا کہ یہ ہے وہ جسے تو نے مجھ پر مکرم کیا'' (حوالہ الاسراء۔۶۲)

ابلیس کوتاہ نظر ہے۔ بشر کے تعارف سے زیادہ سوچ ہی نہ سکا۔ تعارف اور پہچان کو یکجا کر دیا۔ بشر آدم نہیں ہے۔ آدم کی ابتدا بشر ہے۔ آدم میں بشریت ہے۔ بشریت میں آدم نہیں ہے۔ مٹی سے بنایا گیا بشر سنوارے، اور اپنی روح میں سے کچھ پھونکے جانے کے بعد آدم بنا تھا۔ ابلیس کی نگاہوں میں مٹی سے بنایا جانے والا پتلا، بشر اٹک کر رہ گیا۔ اس نے آدم کا''ظاہر'' (تعارف) بشر دیکھا لیکن اس کے''باطن'' (پہچان''سنواروں اور اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں'') کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اس کی نگاہ ہیولے، پتلے، مجاز سے آگے نہ جا سکی کہ خود ساختہ فضیلت کے گمان نے عقل پر دھند ڈال رکھی تھی۔ یہ ابلیسیت ہے کہ توجہ کو تعارف پر مرکوز رکھتا ہے، پہچان کی منزل پر نہیں پہنچتا۔ حکم عدولی پر ابلیس رجیم قرار پایا اور ملعون ہوا۔ ابلیس نے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک مہلت مانگی کہ انسان کو گمراہ کر سکے۔ اللہ رب العزت نے مہلت عطا فرما دی اس وعدے کے ساتھ کہ اسے اور اس کی پیروی کرنے والوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

کائنات کی ہر شئے کیلئے اسم ہے۔

وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا "اور (تمہارے رب نے) آدم کو تمام (چیزوں کے) ناموں (اسماء) کا علم دے دیا

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ بعد ازاں ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھا"۔

عَرَضَ کے معنی کسی چیز کا ظاہر ہو جانا، دکھائی دینا یا پیش کرنا ہیں

فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِى بِأَسْمَآءِ هَٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝

'اور ان سے پوچھا" ان کے نام بتاؤ اگر تم (اپنی رائے، تبصرے میں) سچے ہو"

قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ

"انہوں (فرشتوں) نے کہا" تو پاک ہے! ہمیں ان کا علم نہیں، ہمارا علم صرف اتنا ہے جو آپ نے ہمیں بتلایا ہے"

صادق وہ ہے جو کتاب یا علم کی بنیاد پر بات کرے۔ ادھورے علم سے کہی گئی بات سچ کے درجے پر فائز نہیں ہوتی۔ ظاہری علامت، نشانی، شئے بصارتوں کو دکھائی دیتی ہے۔ لیکن بصارتوں کو دکھائی دینے والی شئے علامت اور نشانی (اطلاع) کا درجہ اس وقت حاصل کر سکتی ہے اگر یہ یاداشت (Memory) میں محفوظ ہو سکے۔ اور بصارتوں میں آنے والی شئے، ظاہری علامت، یاداشت میں محفوظ صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے اگر اسے کوئی نام، اسم (code) دیا جائے اور سماعتوں کو سنایا جائے۔ اسم سماعت کیلئے ہے اور شئے کا ظاہر بصارت کیلئے۔ اسم نہیں تو شئے کا ظاہر ہونا اور نہ ہونا معنویت سے عاری ہوگا۔ علم معلومات کا وہ ذخیرہ ہے جسے یاداشت (Memory) میں سے نکالا (Retrieve, decode or recode) جا سکے تاکہ اسے بیان کیا جائے۔

قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ أَنۢبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اے آدم! انہیں ان کے نام بتا"

اسم کے بغیر کسی شئے کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسم کے بغیر شئے، تصور، نظریہ موجود نہیں عدم ہے۔ اور وجود اور موجود کے بغیر کسی بھی اسم کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ پھر یہ علم نہیں کہلاتا بلکہ محض أَفْوَٰهِهِمْ ان لوگوں کے منہ کی باتیں قرار پاتا ہے۔

اپنے آقا کو آقائے نامدار ﷺ میں کیوں لکھتا ہوں؟ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

هَلْ أَتَىٰ عَلَى ٱلْإِنسَٰنِ حِينٌ مِّنَ ٱلدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْـًٔا مَّذْكُورًا ۝١

"کیا زمانے میں انسان پر ایک ایسا وقت نہیں گزرا جب وہ کوئی قابل ذکر شئے نہیں تھا؟"

’’بیشک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا‘‘[مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ کنز الایمان فی ترجمة القرآن]

’یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا‘[مولانا محمد جونا گڑھی۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب]

ٱلدَّهْرِ کا مادہ ’’د ھ ر‘‘ ہے اور معنی زمانہ، زمان، مدت، وقت ہیں۔ حیات دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے لوگوں کا گمان یہ ہے

وَقَالُوا۟ مَا هِىَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ إِلَّا ٱلدَّهْرُ ۚ

’’اور وہ کہتے ہیں’’یہ ہماری دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے کہ ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے‘‘(حوالہ الجاثیة۲۴)

ٱلدَّهْرِ ،وقت، زمانہ رات اور دن اور ماہ و سال ہیں۔ زمان، وقت کی ابتدا (Zero Time) کیا ہے؟ اور انسان کی ابتدا کیا وقت کی ابتدا سے قبل کی ہے یا بعد کی؟ اگر انسان کی ابتدا ٱلدَّهْرِ کی ابتدا (Zero Time) سے بعد کی ہے تو واضح ہے کہ ٱلدَّهْرِ میں اس دوران انسان (بحثیت امم، Species) کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا۔ قرآنِ مجید نے انسان کیلئے تخلیق کی گئی کائنات کے وقت کی ابتدا کے متعلق بتایا

إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتَـٰبِ ٱللَّهِ

’’یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ کی جانب سے، اللہ کی کتاب میں، بارہ مہینے ہے

يَوْمَ خَلَقَ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ

اس یوم سے جب اس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا، ان میں سے چار حرمت کے ہیں‘‘

تخلیق کی ابتدا سے جس شئے، بات، حقیقت، اصول، نظام، فطرت شئے کو ثبات اور دوام ہے اس کو قرار دیا

ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ ۚ ’’یہ ہے ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ ‘‘(حوالہ التوبہ۔۳۶)

ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ کی اصطلاح میں دوسرے لفظ ٱلْقَيِّمُ کا مادہ ’’ق و م‘‘ ہے اور اس کے معنی ہیں کھڑا ہونا، اعتدال اور توازن پر ہونا، ثابت اور دائم رہنا۔

’’وقت کی ابتدا‘‘ يَوْمَ سے بتائی گئی ہے۔ يَوْم (جمع ایام) کے معنی دن کے ہیں یعنی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب کا وقت اگر چہ یوم دن اور رات، زمانے کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جب بھی یوم کا مخصوص حوالے سے ذکر ہوگا تو اس سے دن ہی مراد ہوتا ہے۔ رمضان کے ایام سے مراد دن ہیں اس مہینے کی راتیں نہیں۔ میں ناسا (NASA) اور چین، جاپان کا سائنسدان نہیں اور نہ ہی BING BANG کے نظریئے کی نفاستوں اور پیچیدگیوں کا مجھے ادراک ہے۔ لیکن تحقیق کو آگے بڑھانے کیلئے قرآنِ مجید کی اس آیت

مبارکہ میں ان کیلئے رہنمائی ضرور موجود ہے۔ ’’وقت کی ابتدا‘‘ یَوْمَ سے بتائی گئی ہے اور قرآنِ مجید میں جب بھی رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے کی بات ہوئی ہے تو ہمیشہ رات کو دن پر چھانے، لپیٹنے کا ذکر پہلے ہوا ہے اور دن کو رات میں سے نکالنے کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے۔ ابتدا دن سے ہے اور زمین پر پہلی رات زمین کے اس اول دن کے بعد آئی تھی۔

اور زمین کے زمان، وقت، رات اور دن کا تعلق ستاروں سے نہیں بلکہ صرف سورج اور چاند سے ہے۔ رات، دن، سورج اور چاند کے متعلق فرمایا وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ءَايَتَيْنِ ’’اور ہم نے رات اور دن کو (تمہارے لئے) دو نشانیاں بنایا ہے‘‘ وَلِتَعْلَمُوا۟ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلْحِسَابَ ’’اور تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان سکو‘‘۔ (حوالہ الاسراء۔۱۲)

وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ حُسْبَانًا ’’اور سورج اور چاند کو حساب رکھنے کا ذریعہ بنایا‘‘ (حوالہ الانعام۔۹۶)

ٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ ’’سورج اور چاند اپنے مقررہ حساب سے ہیں‘‘ (سورۃ الرحمٰن۔۵)

هُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلشَّمْسَ ضِيَآءً وَٱلْقَمَرَ نُورًا ’’اسی اللہ نے سورج کو آگ سے ضیاء (روشنی، ماحول کو منور) پیدا کرنے والا اور چاند کو اجالا (روشنی منعکس کرنے والا) بنایا

وَقَدَّرَهُۥ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا۟ عَدَدَ ٱلسِّنِينَ وَٱلْحِسَابَ اور اس کیلئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو‘‘ (حوالہ سورۃ یونس۔۵)۔ چاند کی منزلیں مقرر کرنے کے متعلق سورۃ یٰس کی آیت ۳۹ میں فرمایا

وَٱلْقَمَرَ قَدَّرْنَـٰهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلْعُرْجُونِ ٱلْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ ’’اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے‘‘ لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ ’’سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو جا لے‘‘ (حوالہ سورۃ یٰس۔۴۰)۔

زمین پر رات اور دن کا تعلق اور سبب زمین، سورج اور چاند کی گردش سے ہے۔ اور قرآنِ مجید نے ’’وقت کی ابتدا‘‘ یَوْمَ سے بتائی ہے۔ دن سے ابتدا ہو گی تو پھر رات آئے گی يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا ’’وہ دن کو رات سے ڈھانپتا ہے جو اس کے پیچھے لپکی چلی آتی ہے‘‘ (حوالہ الاعراف۔۵۴) يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ ’’رات سے دن کو ڈھانپتا ہے‘‘ (حوالہ الرعد۔۳)
يُكَوِّرُ ٱلَّيْلَ عَلَى ٱلنَّهَارِ وَيُكَوِّرُ ٱلنَّهَارَ عَلَى ٱلَّيْلِ ’’وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے

وَسَخَّرَ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ اور اس نے سورج اور چاند کو پابند کیا ہے'' (حوالہ الزمر۔۵)۔ يُكَوِّرُ کا مادہ ''ک و ر'' ہے اور اس کے معنی گھمانا اور لپیٹنا ہیں۔ کسی چیز کو اوپر چڑھانے اور چھا دینے (يُغْشِى) کیلئے بھی یہ فعل استعمال ہوتا ہے۔ اَلمِكوادعمامہ اور پگڑی کو کہتے ہیں جسے لپیٹ کر باندھا جاتا ہے۔ رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے کو يُكَوِّرُ سے بیان کرنے میں کمال کی بلاغت ہے اور ایک عظیم حقیقت پنہاں ہے کہ آغازِ دن سے زمان اور وقت کو لپیٹنا بھی شروع کر دیا گیا تھا۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا آنا یوں ہے جیسے زمان کی پگڑی کو لپیٹا جا رہا ہو۔ الزمر کی آیت ۵ ہی میں یہ حقیقت بھی بتائی

كُلٌّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى (حوالہ الرعد۔۲، فاطر۔۱۳، الزمر۔۵)

كُلٌّ يَجْرِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى

(آسمان، زمین، سورج، چاند) ''تمام ایک متعین مدت (معلوم وقت) تک کیلئے چل رہے ہیں'' (حوالہ سورۃ لقمان۔۲۹)

[نقطۂ آغاز سے نقطۂ تکمیل، انجام کی جانب] اس وقت تک کیلئے یہ ممکن نہیں کہ

لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ

''سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو جالے'' (حوالہ سورۃ یٰس۔۴۰) لیکن زمین کے وقت کا اختتام ہے۔ یہ کیسے ہوگا؟

وَخَسَفَ ٱلْقَمَرُ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ ٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ﴿٩﴾

''اور چاند دھنس جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے'' (القیامۃ۔۸۔۹)

''وقت، زمان کی ابتدا'' يَوْمَ سے ہوئی تھی اور چاند کے سورج میں دھنس جانے سے سورج اور چاند اکٹھے ہوں گے تو یہ بھی يَوْم ہوگا يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ، يَوْمِ ٱلدِّينِ، ٱلْيَوْمَ ٱلْآخِرَ، يَوْمَ ٱلْفَصْلِ فیصلے کا دن، الگ الگ کئے جانے کا دن۔ آفاق کی ان حقیقتوں کے متعلق بتایا إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ''بیشک ان چیزوں میں کئی نشانیاں (علم) ہیں ان لوگوں کیلئے جو تفکر کرتے ہیں'' (حوالہ الرعد۔۳)۔ قرآنِ مجید کی دعوت عام ہے ''ہے کوئی نصیحت لینے والا''۔ قرآنِ مجید میں سے کائنات کے سربستہ رازوں کا علم حاصل کرنے کیلئے اس پر ایمان لانے کی کوئی پابندی بھی نہیں۔ سبحان اللہ! ا للہ الصمد اللہ تعالیٰ مستغنی ہے

اگر انسان کی ابتدا ٱلدَّهْرِ کی ابتدا (Zero Time) سے بعد کی ہے تو واضح ہے کہ ٱلدَّهْرِ میں اس دوران انسان (بحیثیت امم، Species) کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا۔ زمانے میں انسان کا ظہور کب ہوا؟ انسان کی تخلیق سے لے کر روز قیامت اٹھائے جانے کے مدارج سورۃ المومنون کی آیات ۱۲۔۱۶ میں بیان کرنے کے بعد یہ خبر بتائی

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ ٱلۡخَلۡقِ غَٰفِلِينَ ﴿١٧﴾

''اوراس سے قبل تمہارے اوپر سات طبقات اوپر تلے بنا دیئے اور ہم اپنی مخلوق (کی حفاظت) سے کبھی غافل نہیں ہوتے''

کائنات کو وجود پذیر اور ترتیب دیئے جانے اور اس کی حفاظت کیلئے زمین کے اوپر سات (layers of atmosphere) حصاروں کی تشکیل کے بعد انسان کو وجود پذیر کیا گیا تھا۔ اور اس کی مٹی سے تخلیق پانے کے ابتدائی مرحلہ پر اسے ''بشر'' کے اسم سے ملائکہ کو متعارف کرایا گیا تھا۔ اس لئے انسان کیلئے یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ زمان میں ایسا وقت گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر شئے نہ تھا۔ سورۃ الانسان کی آیت ۲ میں فرمایا إِنَّا خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ مِن نُّطۡفَةٍ أَمۡشَاجٍ نَّبۡتَلِيهِ ''ہم نے انسان کو دوسری چیزوں سے باہم گر ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا۔ ہم اسے آزماتے ہیں فَجَعَلۡنَٰهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا o اس لئے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنایا ہے''۔ حقیقت کا انکار اور اس سے نظریں چرانے والے لوگ چھوٹے ظرف کے ہوتے ہیں۔ آئیں ہم اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خالق، اللہ رب العزت کے حضور سر بسجود ہوں۔ سجدہ ہمارے لئے باعث تکریم ہے کیونکہ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ اللہ تعالیٰ تو اپنے آپ میں مستغنی (ہر احتیاج، ضعف، کمزوری سے منزہ و بے نیاز) ہے۔

آئیں اب تخلیق کو دوسرے زاویے سے دیکھیں۔ تخلیق ارادے کا نتیجہ ہے اور ارادہ مقصد کے تابع ہوتا ہے۔ تخلیق کا مقصد؟

وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' کیوں خلق کیا؟

لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗاۗ

''تاکہ تمہیں آزمائے (ظاہر کرے) کہ تم میں سے کون عمدہ عمل کرتا ہے'' (حوالہ ھود۔ ۷)

إِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى ٱلۡأَرۡضِ زِينَةٗ لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ أَيُّهُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗا ﴿٧﴾ (الکھف۔ ۷)

''ہم نے زمین پر جو کچھ بھی ہے اسے اس کی زینت (اس مقصد سے) بنایا ہے تاکہ تمہیں آزمائیں کہ تم میں سے کون عمدہ عمل کرتا ہے''

ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلۡمَوۡتَ وَٱلۡحَيَوٰةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗا

''اللہ نے موت (مادہ) اور حیات کو تخلیق کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمدہ عمل کرتا ہے'' (حوالہ الملک۔ ۲)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں موت و حیات، آسمانوں، زمین اور ہر شئے کی تخلیق کا مقصد یہ ظاہر کرنا بتایا ہے کہ ہم سے کون

أَحۡسَنُ عَمَلًا عمدہ عمل پر کار بند ہوتا ہے۔ ''عمل'' درحقیقت علم کی مقلوب شکل ہے اس لئے ''عمل'' ہمیشہ دانستہ ہوتا ہے کیونکہ یہ سرزد نہیں ہوسکتا جب تک اس کے متعلق ''علم'' عقل، یاداشت (Memory) میں محفوظ نہ ہو۔ لہٰذا احسن عمل کیلئے لاینفک شرط علم ہے جن کے حصول کا ذریعہ سماعتیں، بصارتیں اور دل و دماغ ہیں۔ اور عمل جو عقل کا مرہون منت ہے زندگی کا مظہر ہے۔ ارادے کا نتیجہ تخلیق کی ابتدا ہے۔ اور ارادہ مقصد سے بنتا ہے۔ اور مقصد سے پہلے لگن، محبت، شوق، خواہش ہوتی ہے۔ تخلیق کا سبب خواہش اور محبت ہے۔ جب تمام کی تمام تخلیق کا مقصد یہ دیکھنا ہو کہ انسان میں سے کون احسن عمل کرتا ہے تو یہ سمجھنا کوئی پیچیدہ فلسفیانہ مسئلہ نہیں کہ تخلیق کا سبب بننے والی محبت بھی کسی انسان ہی کیلئے ہے۔

کائنات میں اہم اور عیاں ترین حقیقت کیا ہے؟ طاقت، قوت، غلبہ، حاکمیت

أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا

''تمام کی تمام قوت اللہ کے پاس ہے'' (حوالہ البقرۃ۔۱۶۵)

اس لئے حاکمیت اعلیٰ اور مکمل غلبہ اسی کا ہے

إِنَّ ٱلۡعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا

''بیشک تمام غلبہ واقتدار اللہ کیلئے ہے'' (حوالہ النساء۔۱۳۹، یونس۔۶۵)

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ ٱلۡقَوِيُّ ٱلۡعَزِيزُ ٥

''بے شک آپ (ﷺ) کا رب ہی قوت والا اور غالب ہے'' (حوالہ ھود۔۶۶)

قوت وطاقت میں ہر شئے کو تحس نحس کرنے کی صلاحیت ہے۔ طاقت میں تخریب کا عنصر بھی پنہاں ہے۔ کیا طاقت اور قوت میں حسن ہوتا ہے اور یہ حسین کہلا سکتی ہے؟ وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَا ''اور اللہ کیلئے ہیں اچھے (حسن کے حامل) نام۔ لہٰذا اسے ان (ناموں) سے پکارو'' (حوالہ الاعراف۔۱۸۰)۔ قُلِ ٱدۡعُواْ ٱللَّهَ أَوِ ٱدۡعُواْ ٱلرَّحۡمَٰنَ ''آپ (ﷺ) فرمائیں ''اے لوگو! اللہ کہہ کر پکارو یا الرحمٰن کہہ کر پکارو أَيًّا مَّا تَدۡعُواْ فَلَهُ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ جس طرح بھی پکارو اس لئے کہ بہترین نام اسی کیلئے ہیں'' (حوالہ الاسراء۔۱۱۰)

کیا طاقت میں حُسن پیدا کیا جاسکتا ہے؟ طاقت، قوت اور غلبہ ایک ایسی شئے ہے جس پر خارج سے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی طاقت (infinite, absolute power) کے مالک اللہ رب العزت نے بتایا کہ اس کی یہ طاقت حُسن کی حامل ہے۔ طاقت میں حسن کیسے پیدا ہوتا ہے؟ اللہ، الرحمٰن نے ارشاد فرمایا

كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ ''اس نے رحم وکرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۲)

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ 'تم لوگوں کے رب نے رحم وکرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے' (حوالہ الانعام۵۴)

وَرَبُّكَ ٱلْغَنِيُّ ذُو ٱلرَّحْمَةِ ''اور آپ (ﷺ) کا رب مستغنی اور بہت رحمت والا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۳۳)

فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَٰسِعَةٍ ''تو آپ (ﷺ) کہہ دیں 'تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے'' (حوالہ انعام۔۱۴۷)

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ''اور میری رحمت تمام چیزوں پر پھیلی ہوئی ہے'' (حوالہ الاعراف۔۱۵۶)

وَرَبُّكَ ٱلْغَفُورُ ذُو ٱلرَّحْمَةِ ''مگر تیرا رب بہت بخشنے والا اور رحمت والا ہے'' (حوالہ الکہف۔۵۸)

تمام قوت اور تمام غلبے کے مالک اللہ، الرحمٰن نے عالمین کی تخلیق کی ابتدا فرمائی تو طاقت وقوت وغلبہ پر ٱلرَّحْمَةَ رحمت، رحم وکرم کے شیوہ کو اپنے آپ پر لازم کرلیا۔ اللہ، الرحمٰن کے اسم سے ابتدا ہے جو الرحیم ہے کہ عالمین کی ابتدا رحم وکرم کے شیوہ پر رکھی۔ اور انسان کو پیغام اور ہدایت بھیجنے کا جب اختتام فرمایا تو سبحان اللہ رحمت کو مجسم بھی فرما دیا

وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿۱۰۷﴾

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کیلئے'' (الانبیاء۱۰۷)

آقائے نامدار ﷺ پر درود وسلام ہے ہر لحہ صبح وشام۔ الحمد لله

حمد تو بس اللہ رب العالمین کے لئے ہے اول وآخر۔ جن عالمین کو ہم جانتے ہیں ان کے وجود سے پہلے بھی حمد بس اللہ کے لئے تھی۔ وہ اپنے آپ میں محمود ہے۔ اکیلے خالق کے بعد جب مخلوق بھی ہست ہوگی تو مخلوق خالق کی حمد سے ابتدا کرے گی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کائنات کے ایک راز سے اس وقت پردہ اٹھا دیا تھا جب انہوں نے اپنے آپ کو اس بات کا مبشر قرار دیا کہ ان کے بعد فقط ایک رسول نے آنا ہے ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ''اسم جن کا احمد ہے'' (حوالہ الصف۔۶) أَحْمَدُ کے معنی ہیں ''حمد بیان کرنے، تعریف کرنے والا''۔ عیسیٰ ابن مریم صدیقہ پر سلام ہو صبح وشام۔ ماں اور بیٹا دونوں صادق تھے۔ اور جس کے صادق ہونے میں شک نہ ہو اس کی بات کو ہمیشہ توجہ اور انہماک سے سننا چاہئے۔ ان کی بات کو سن کر کچھ دیر یہاں رک کر بات پر غور تو کرلیں۔ اسم اور وجود لازم وملزوم ہیں۔ جو ظاہر نہیں اس کا اسم نہیں۔ جس کا اسم ہے وہ ظاہر ہے اگرچہ میری بصارتوں سے پنہاں ہو۔ یہ میری بصارتوں کی کم ظرفی ہے، یہ میری کمزوری ہے لیکن اسم کا ظاہر حقیقت ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بیان سے زمین پر موجود لوگوں کی سماعتوں اور یادداشتوں میں اگرچہ اسم أَحْمَدُ آ گیا

تھا لیکن سبحان اللہ جب تک اس اسم کے حامل وجود کا لوگوں کیلئے ظہور نہیں ہوا کسی نے اس نام کو کسی دوسرے سے منسوب نہیں کیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قول مبارک کو سن لینے کے بعد بھی کیا کسی میں اتنا حوصلہ ہے کہ مجھ سے اس سوال کا جواب مانگے کہ میں اپنے آقا کو آقائے نامدار ﷺ کیوں لکھتا ہوں۔ ختم نبوت کے مئوذن عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارا سلام ہو۔ رب العالمین نے اپنے ان **أَحْمَدُ** تعریف کرنے والے کے متعلق جب عالمین کو بتایا تو یوں بتایا **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** ''محمد اللہ کے رسول ہیں''۔ آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے اسم مبارک محمد کے معنی ہیں مسلسل و پیہم حمد و ستائش، دنیا بھر کی تعریف اور ستائش کے شایان۔ اور جس کی ابتدا ہے منتہا بھی اسی کی ہے اور جس وجود کی ابتدا محبت کا اظہار ہو وہ وجود مکرم ہوتا ہے۔ اور محبت کا اظہار تعریف کرنے سے ہوتا ہے۔ اور جس کی ابتدا **أَحْمَدُ** ہے اسکی منتہا ہے **مَقَامًا مَّحْمُودًا** (حوالہ الاسراء۔ ۷۹)۔ میرے آقا، آقائے نامدار رحمت للعالمین پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔

اے حقیقتِ بے نوا تجھے کسی اور شئے کی طلب ہو کیا   یہی فخر کافی ہے بس تجھے کہ غلام شاہِ حجاز ہے   (حقیقتِ نورانی)

ارشاد فرمایا

إِنَّا هَدَيْنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾

''ہم نے اسے راہ دکھادی ہے۔ اب چاہے تو شکر گزار ہو اور چاہے تو ناشکرا بنے'' (الدھر۔۳)

انسان کو زمین پر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا تھا:

قُلْنَا ٱهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾

''ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پھر جب تمہیں میری طرف سے ہدایت آئے
تو جنھوں نے میری ہدایت کی پیروی کی انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم''۔ (البقرۃ۔ ۳۸)

انسان کو زمین پر اترتے وقت جو سبق پڑھایا اور فلاح پانے کا جو راز اس کی ساعتوں کو سنایا گیا وہ سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۲۳ میں پھیر کر یوں بتایا

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ

''پھر تمہیں میری طرف سے ہدایت آئے گی تو پھر جس نے میری ہدایت کی اتباع کی
وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ (دنیا اور آخرت میں) مشقت میں پڑے گا'' (طٰہٰ۔۱۲۳)

اللہ رب العزت نے اپنی ہدایت کو نبیوں اور رسولوں کے ذریعے مختلف زمان و مکان میں بھیجا۔ لیکن صاحب حیثیت، غلبہ و قوت رکھنے والے انسانوں کی اکثریت نے مفادات کے تحفظ میں بنائے ہوئے نظام کو قائم رکھنے اور خود ساختہ افضلیت کے گمان اور احساس

کے اندھیرے تلے نبیوں اور رسولوں کے ظاہر، تعارف کو ان کی بات کو نہ ماننے کا جواز اور بہانہ بنایا۔ روایت اور جدیدیت اتنی ہی قدیم ہے جتنا انسانی معاشرہ۔ یہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ قرآنِ مجید بتاتا ہے کہ اللہ رب العزت کا رسول بمع کتاب جب انسانوں میں موجود ہوتا ہے تو روایت اور جدیدیت یک جان ہو جاتے ہیں کہ یہ درحقیقت معاشی اور سیاسی طور پر مضبوط اور طاقتور وڈیروں، سرداروں، جاگیرداروں، سرمایہ داروں، مقتدر طبقہ کی اکثریت کے بازو اور آلہ کار ہوتے ہیں۔ روایت پسند کا اصرار ہوتا ہے کہ اپنی روایات، اقدار، تاریخ اور اس طرزِ عمل سے اپنا ناطہ کیوں توڑے جو تسلسل سے اسے آباؤ اجداد سے ملا ہے۔ وہ اسے ہدایت سمجھتا اور دوسروں کو اس کی تقلید پر قائم رہنے ہی کو ہدایت قرار دیتا ہے اور عقل کے استعمال کو روحانیت سے مادیت کی جانب سفر قرار دیتا ہے۔ تفکر انسان کی اوجِ ثریا ہے تو پستیوں کی منتہا کیا ہے؟ انسان کی پستیوں کی منتہا یہ ہے کہ کسی بھی شئے کو اپنی فطرت اور تقدیر سمجھ لے یا اسے تقدیر گردانے یعنی ماضی سے منسلک کسی بھی شئے، بات اور روایت کو فطرت اور تقدیر کی مانند اپنانے کا جواز بنا لے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے علاوہ بتوں، اصنام کی پرستش، پوجا اور ان کے اردگرد معتکف ہونا شرک کا عریاں انداز ہونے کے باوجود زمان کے کسی دور میں اس کے مرتکب لوگوں کے پاس بیان کرنے کیلئے کوئی دلیل، سند، ثبوت اور جواز نہیں تھا اور اپنی روش پر خود اور دوسروں کو قائم رکھنے کیلئے اس بات کا سہارا لیتے تھے اور لیتے ہیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۗ

’اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں

’’نہیں! بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا‘‘

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ

’’اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں

’’نہیں! بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا‘‘

(حوالہ البقرۃ آیت ۱۷۰ اور سورۃ لقمان ۲۱۔ الفاظ أَلۡفَيۡنَا کی بجائے وَجَدۡنَا کے فرق کے ساتھ)۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول (کریم) کی طرف

قَالُواْ حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ

تو وہ کہتے ہیں ’’ہمیں وہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا‘‘ (حوالہ المائدہ۔ ۱۰۴)

ماضی کی اندھی تقلید کرنے والے روایت پرست کتاب کی جانب نہیں آتے اور نتیجہ جہالت ہے۔ زمان کی گزرگاہ میں رہنمائی کا فریضہ صرف اور صرف کتاب ادا کر سکتی ہے کیونکہ ماضی سے اگر علم آگے کی جانب منتقل ہوتا ہے تو جہالت، گمراہی، ظن، گمان، بے راہروی

خباثت بھی آگے کی جانب سفر کرتی ہے۔ آباؤ اجداد اور ماضی کی روایات کی اندھی تقلید میں گم کردہ راہ ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اس لئے کتاب حرف آخر ہے۔

أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا مِّن قَبْلِهِۦ فَهُم بِهِۦ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾

''کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جسے وہ تھامے ہوئے ہیں؟''

بَلْ قَالُوٓا۟ إِنَّا وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا عَلَىٰٓ أُمَّةٍ

نہیں! بلکہ وہ تو کہتے ہیں'' ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا

وَإِنَّا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم مُّهْتَدُونَ ٥

اور ہم ان ہی کے نقش قدم پر اس راہ چلتے ہیں''

یہ جاھلیت، جذباتیت (emotionalism) بھی ماضی سے چلی آرہی ہے

وَكَذَٰلِكَ مَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِى قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ

''اور آپ (ﷺ) سے قبل ہم نے جس بستی میں بھی کوئی خبردار کرنے والا بھیجا

إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَآ

تو اس کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا

إِنَّا وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا عَلَىٰٓ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم مُّقْتَدُونَ

''ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں''

قَٰلَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ ءَابَآءَكُمْ ۖ

اس رسول نے کہا'' اگرچہ میں تمہیں اس سے بہتر راہ پیش کروں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟''

قَالُوٓا۟ إِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ كَٰفِرُونَ ٥

انہوں نے جواب دیا'' جو پیغام دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرتے ہیں'' (الزخرف۔۲۱۔۲۴)

روایت اور تقلید اتنی ہی قدیم ہے جتنا انسانی معاشرہ۔ نوح علیہ السلام کی قوم کے اہل ثروت اکابرین نے تراشے ہوئے اصنام کو نام دے کر لوگوں کے اِلٰہ قرار دے دیا تھا۔ اور مکر وفریب سے لوگوں کو چمٹائے رکھا

وَمَكَرُواْ مَكۡرٗا كُبَّارٗا ﴿٢٢﴾

''اوران لوگوں نے بہت بڑا فریب کیا۔

وَقَالُواْ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّٗا وَلَا سُوَاعٗا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسۡرٗا ﴿٢٣﴾

اور لوگوں سے بولے ''تم ہرگز نہ چھوڑنا اپنے مختلف اِلہٰ کو، ہاں ہرگز نہ چھوڑنا وَدّا کو، اور نہ ہی سواع کو، اور نہ ہی یغوث اور یعوق اور نسر کو''

(سورۃ نوح۔۲۲۔۲۳)

اور ساتویں صدی عیسوی میں بھی روایت اور تقلید اپنے عروج پر تھی۔ آقائے نامدار ﷺ کی تشریف آوری پر بھی اہل ثروت کا رویہ قدیم سرداروں جیسا ہی تھا

وَٱنطَلَقَ ٱلۡمَلَأُ مِنۡهُمۡ أَنِ ٱمۡشُواْ وَٱصۡبِرُواْ عَلَىٰٓ ءَالِهَتِكُمۡۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيۡءٞ يُرَادُ ﴿٦﴾

''اوران کے سردار چل دیئے کہ ''چلواور اپنے خداؤں پر جمے رہو کہ یہی بات مطلوب ہے'' (سورۃ صٓ۔٦)

مفاد پرست اہل ثروت مقتدر طبقہ معاشرے کے روایت پسند لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد کے طور طریقوں پر قائم رکھنے کیلئے ان کی تقلید کو ہدایت قرار دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی عقل وفکر کے ارد گرد حصار بنالیا ہے یا دوسروں نے بنادیا ہے ان کے دیئے ہوئے جواب میں باپ دادا کی روایت کی تقلید کو کوئی عقیدت اور مقدس بات نہ سمجھ لے اس لئے واضح فرمایا

أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَهۡتَدُونَ o

''اگر چہ ان کے باپ دادا کسی شئے کے متعلق عقل وفہم سے کام نہیں لیتے تھے اور نہ ہی راہ راست پاتے تھے'' (حوالہ البقرۃ۔۱۷۰)

أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَهۡتَدُونَ

''کیا (اس صورت بھی پیروی کریں گے) اگر چہ ان کے باپ دادا کسی شئے کے متعلق جانتے نہیں تھے اور راہ راست پر نہیں چلتے تھے''

آباؤ اجداد کی ڈگر، عادت اور روایت پر چلنے پر بضد رہنے والوں کو آباؤ اجداد کے حوالے سے دو باتوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ 'لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـٔٗا ''اگر چہ کسی شئے میں عقل وفہم سے کام نہیں لیتے تھے'' اور لَا يَعۡلَمُونَ شَيۡـٔٗا ''اگر چہ کسی شئے کے متعلق معلومات نہیں رکھتے تھے''۔ علم ءَايَةٍ کا ہوتا ہے۔ ءَ ايَةٍ کسی ظاہری علامت، شئے، نشانی کو کہتے ہیں جس کا ایک متعین اسم ہوتا ہے۔ ءَ ايَةٍ بین اور غیر متبدل ہے اور مختلف آیات کی انفرادیت اور ان کے مابین باہمی ربط، تعلق (relationship)، فرق کو سمجھنا اور اس تعلق اور فرق سے پیدا ہونے والے نتیجے کو جاننا عقل سے کام لینا کہلاتا ہے۔ ''عقل'' کے معنی ''علم، معلومات'' کو یاداشت میں ''محفوظ،

قید'' کرنا ہے۔ اور معلومات حاصل ہو جانے کے بعد کا مرحلہ ''تعقل'' کرنا ہے جس میں عقل اختلاف اور فرق کو متعین کرتی ہے۔
قرآنِ مجید کے مطابق ءَ ايَةٍ کا علم انسان کو زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ بتدریج حاصل ہوتا جاتا ہے جس سے واضح ہے کہ قدیم لوگوں، آباؤ اجداد کو تو ان باتوں کے متعلق بنیادی معلومات ہی حاصل نہیں تھیں تو ان کے حوالے سے تعقل کرنے کا مرحلہ کیسے طے ہو سکتا تھا۔ اس سے واضح ہے کہ علم اور عقل وفہم کی کسوٹی پر پرکھے بغیر آباؤ اجداد کے طور طریقوں، روایتوں اور ڈگر کی تقلید انسان کو راہ راست سے بہت دور لے جا سکتی ہے۔ یہ پرستش ہے۔ یہ عقل وفکر کے اردگرد بنایا گیا ایسا حصار ہے جو سماعت اور عقل کا تعلق معطل کر دیتا ہے۔

اور جدیدیت پسند کا سب سے پہلا حملہ رسول کی بشریت حیثیت، مقام رسالت پر ہوتا ہے۔ ایک جانب روایت پرستوں کو آباؤ اجداد کا نام لے کر لوگوں کو اپنے بنائے ہوئے خداؤں کی پرستش پر مائل رکھنے کیلئے کہتے ہیں کہ ان پر جمے رہو کہ یہی مقصود ہے اور دوسری جانب جدیدیت پسندوں کو بتاتے ہیں کہ اللہ کے رسول ان جیسے بشر ہیں، جو ان کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں گھومتے ہیں۔

وَمَا مَنَعَ ٱلنَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓاْ إِذْ جَآءَهُمُ ٱلْهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ أَبَعَثَ ٱللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٤﴾

''اور لوگوں کو کسی بات نے ایمان لانے سے نہیں روکا جب ان کے پاس ہدایت پہنچ گئی سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا'' کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (الاسراء۔۹۴)

نوح علیہ السلام نے قوم سے کہا تھا:

أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُواْ وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٦٣﴾

''مگر تم حیران ہوتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعے سے نصیحت آئی ہے تا کہ تمہیں خبر دار کرے اور تا کہ تم خوف خدا کرنے لگو اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے؟'' (الاعراف۔۶۳)

اس قوم کے اکابرین کا رویہ سورۃ ھود کی آیت ۲۷ میں بتایا:

فَقَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوْمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِىَ ٱلرَّأْىِ

''تو ان کی قوم میں سے انکار کرنے والے سرداروں نے کہا'' ہم تو تجھے صرف اپنی طرح کا ایک بشر دیکھتے ہیں اور ہم تجھے دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی صرف وہ لوگ کر رہے ہیں جو ظاہری نگاہ میں ہم میں سب سے نچلے درجے کے لوگ ہیں'' (حوالہ ھود۔۲۷)

اور قوم کے لوگوں کو بہکائے رکھنے کی خاطر انہیں کہتے تھے:

فَقَالَ ٱلۡمَلَؤُاْ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوۡمِهِۦ مَا هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيۡكُمۡ وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَٰٓئِكَةٗ مَّا سَمِعۡنَا بِهَٰذَا فِيٓ ءَابَآئِنَا ٱلۡأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾

''اس (نوح علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے لوگوں سے کہا'' یہ تو محض تمہاری ہی طرح کا بشر ہے جو تم پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا، ہم نے یہ بات اپنے اگلے باپ دادا (کے زمانے) میں نہیں سنی'' (المومنون۔۲۴)

نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کر دیا گیا

ثُمَّ أَنشَأۡنَا مِنۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا ءَاخَرِينَ ﴿٣١﴾

''پھر ان کے بعد ہم نے ایک دوسری نسل پیدا کر دی'' (المومنون۔۳۱)

اور ان میں رسول کو بھیجا۔ ان کا رویہ بھی کچھ مختلف نہ تھا:

وَقَالَ ٱلۡمَلَأُ مِن قَوۡمِهِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُواْ بِلِقَآءِ ٱلۡأٓخِرَةِ وَأَتۡرَفۡنَٰهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا مَا هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يَأۡكُلُ مِمَّا تَأۡكُلُونَ مِنۡهُ وَيَشۡرَبُ مِمَّا تَشۡرَبُونَ ﴿٣٣﴾

''اور اس کی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے انکار کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں عیش دیا تھا (لوگوں کو کہا) '' یہ کوئی نہیں سوائے تم جیسا بشر۔ وہ اسی میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اسی میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو'' (المومنون۔۳۳)

وَلَئِنۡ أَطَعۡتُم بَشَرٗا مِّثۡلَكُمۡ إِنَّكُمۡ إِذٗا لَّخَٰسِرُونَ ﴿٣٤﴾

''اور اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کی تو بیشک اس وقت تم گھاٹے میں رہو گے'' (المومنون۔۳۴)

الاعراف کی آیت ۶۹ میں بتایا کہ قوم نوحؑ کے بعد ھود علیہ السلام نے نوح علیہ السلام والے الفاظ ہی میں قوم عاد سے کہا تھا:

أَوَعَجِبۡتُمۡ أَن جَآءَكُمۡ ذِكۡرٞ مِّن رَّبِّكُمۡ عَلَىٰ رَجُلٖ مِّنكُمۡ لِيُنذِرَكُمۡۚ

''کیا تم حیران ہوتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کے ذریعے سے نصیحت آئی ہے تاکہ تمہیں خبردار کرے؟''

صالح علیہ السلام کی تشریف آوری پر قوم ثمود کا رویہ بھی پہلے جیسے لوگوں کا رہا۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۷۵۔۷۶ میں بتایا:

قَالَ ٱلۡمَلَأُ ٱلَّذِينَ ٱسۡتَكۡبَرُواْ مِن قَوۡمِهِۦ لِلَّذِينَ ٱسۡتُضۡعِفُواْ لِمَنۡ ءَامَنَ مِنۡهُمۡ أَتَعۡلَمُونَ أَنَّ صَٰلِحٗا مُّرۡسَلٞ مِّن رَّبِّهِۦۚ قَالُوٓاْ إِنَّا بِمَآ أُرۡسِلَ بِهِۦ مُؤۡمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسۡتَكۡبَرُوٓاْ إِنَّا بِٱلَّذِيٓ ءَامَنتُم بِهِۦ كَٰفِرُونَ ﴿٧٦﴾

''اس کی قوم کے متکبر سردار دبے ہوئے لوگوں سے، جو ان میں ایمان لے آئے تھے، کہنے لگے'' کیا تم جانتے ہو کہ صالح (علیہ السلام)
اپنے رب کا بھیجا ہوا ہے''۔ انہوں نے کہا'' ہم اس پیغام پر جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے ایمان رکھتے ہیں''۔
متکبر سرداروں نے کہا'' ہم اس کا جسے تم مانتے ہو انکار کرتے ہیں''۔

اور سورۃ الشعراء کی آیت ۱۵۳۔۱۵۴ میں صالح علیہ السلام کے ساتھ روا رکھے گئے ان کے رویئے کے متعلق بتایا:

قَالُوٓاْ إِنَّمَآ أَنتَ مِنَ ٱلۡمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾

وہ کہنے لگے'' تو تو ایک جادو مارا شخص ہے۔

مَآ أَنتَ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُنَا فَأۡتِ بِـَٔايَةٍ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١٥٤﴾

تو صرف ہماری طرح کا ایک بشر ہے۔ اچھا! کوئی نشانی لے آ اگر تو سچا ہے'' (الشعراء۔۱۵۳۔۱۵۴)

اور شعیب علیہ السلام کے ساتھ لوگوں کا رویہ، روش سابقہ قوموں سے کچھ مختلف نہ تھی۔ انہوں نے بھی تقریباً وہی کچھ کہا جو پہلوں نے کہا تھا

قَالُوٓاْ إِنَّمَآ أَنتَ مِنَ ٱلۡمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾

''انہوں نے کہا'' تو تو ایک جادو مارا شخص ہے

وَمَآ أَنتَ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُنَا وَإِن نَّظُنُّكَ لَمِنَ ٱلۡكَٰذِبِينَ ﴿١٨٦﴾

اور تو صرف ہماری ہی طرح کا بشر ہے اور ہم تجھے جھوٹ بولنے والوں ہی میں سے سمجھتے ہیں'' (الشعراء۔۱۸۶)

اللہ تعالیٰ نے قوم نوح، عاد اور ثمود اور ان قوموں کی جانب جو ان کے بعد ہوئے جنہیں اب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اپنے رسول مبعوث فرمائے تو ان تمام کے اہل ثروت نے یہی کہا

قَالُوٓاْ إِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ ءَابَآؤُنَا فَأۡتُونَا بِسُلۡطَٰنٖ مُّبِينٖ ۝

انہوں نے کہا'' تم تو ہماری ہی طرح کے بشر ہو۔

تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے روک دو، اچھا! کوئی واضح سند لاؤ'' (حوالہ ابراہیمؑ۔۱۰)

اور سورۃ المومنون کی آیت ۴۴ میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمان و مکان میں اپنے رسول بھیجے لیکن ان لوگوں کی روش بھی وہی رہی اور اللہ تعالیٰ بھی انہیں ایک دوسرے کے پیچھے چلاتے گئے اور انہیں کہانیاں بنا دیا۔ ہاں! دور دفع ہوتی وہ قوم جو ایمان نہ لاتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی ھارون (علیہ السلام) کو اپنے نشان اور کھلی سند کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا مگر انہوں نے تکبر کیا کہ وہ سرکش لوگ تھے۔

فَقَالُوٓاْ أَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عَٰبِدُونَ ﴿٤٧﴾

''چنانچہ وہ کہنے لگے'' کیا ہم اپنی ہی طرح کے دو بشروں کی بات مان لیں جبکہ ان کی قوم ہماری غلام بھی ہے؟'' (المومنون۔۴۷)

اور پھر رحمت للعالمین، خاتم النبیین، آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور ان کے ساتھ نور، قرآنِ مبین نازل فرمایا گیا اور انسان کو خبردار کیا

أَلَمۡ يَأۡتِكُمۡ نَبَؤُاْ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبۡلُ فَذَاقُواْ وَبَالَ أَمۡرِهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٥﴾

''کیا تمہیں ان کی خبر نہیں ملی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا کہ انہوں نے اپنے کام کی سزا کا مزا چکھا اور ان کیلئے دردناک عذاب تھا''

زمانہ قبل کے لوگوں نے کیا کام کیا تھا؟

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُۥ كَانَت تَّأۡتِيهِمۡ رُسُلُهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَقَالُوٓاْ أَبَشَرٌ يَهۡدُونَنَا
فَكَفَرُواْ وَتَوَلَّواْۚ وَّٱسۡتَغۡنَى ٱللَّهُۚ وَٱللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٦﴾

''یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آتے تو وہ کہتے'' کیا بشر ہماری راہنمائی کریں گے''

سوانہوں نے انکار کر دیا اور منہ موڑ لیا اور اللہ نے بھی بے نیازی دکھائی اور اللہ بے نیاز اور صاحب تعریف ہے'' (التغابن۔۵۔۶)

انسان کا المیہ ہے کہ اکثریت بیتے زمانے سے سبق نہیں لیتی۔ وہی پرانی ڈگر، وہی پرانی عادت، بتایا

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنۡ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ أَنۡ أَنذِرِ ٱلنَّاسَ وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ
أَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِندَ رَبِّهِمۡۗ قَالَ ٱلۡكَٰفِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَٰحِرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾

''کیا لوگوں کیلئے باعث حیرانی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک مرد کی طرف وحی کی ہے کہ لوگوں کو خبردار کریں اور ایمان والوں کو خوشخبری دیں کہ ان کیلئے ان کے رب کے پاس عمدہ مقام ہے۔ کافر کہتے ہیں'' یہ تو صریح جھوٹ ہے'' (یونس۔۲)

اور سورۃ یوسف کی آیت ۱۰۹ میں ارشاد فرمایا:

وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيٓ إِلَيۡهِم مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡقُرَىٰٓۗ أَفَلَمۡ يَسِيرُواْ
فِي ٱلۡأَرۡضِ فَيَنظُرُواْ كَيۡفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۗ وَلَدَارُ ٱلۡأٓخِرَةِ
خَيۡرٌ لِّلَّذِينَ ٱتَّقَوۡاْۗ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ﴿١٠٩﴾

''اور آپ (ﷺ) سے قبل بھی ہم نے بستیوں کے رہنے والوں میں مردوں کو ہی بھیجا جنہیں ہم وحی کرتے تھے۔ تو کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ اور آخرت کا گھر تو ڈرنے والوں کیلئے زیادہ بہتر ہے۔ تو کیا تم سوچو سمجھو گے نہیں؟''

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِمْ ۚ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾

''اور آپ (ﷺ) سے قبل بھی ہم نے مردوں ہی کو جنہیں ہم وحی کرتے تھے (واضح دلائل اور صحیفوں کے ساتھ) بھیجا۔ اے لوگو! اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے'' (النحل۔۴۳)۔

وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِمْ ۖ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾

''اور آپ (ﷺ) سے قبل ہم نے مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا جنہیں ہم وحی کیا کرتے تھے۔ اے لوگو! اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴿٨﴾

اور نہ ہم نے ان کے جسم ایسے بنائے تھے جو کھانا نہیں کھاتے اور نہ وہ (دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے تھے'' (الانبیاء۔۸)

لیکن اس کے باوجود اعتراض ان کے بشر ہونے پر ہی ہے

وَقَالُوا۟ مَالِ هَٰذَا ٱلرَّسُولِ يَأْكُلُ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشِى فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۙ

اور وہ کہتے ہیں ''یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے'' (حوالہ الفرقان۔۷)

جب کہ انسان کیلئے جانی پہچانی، معلوم حقیقت یہ ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۗ

''اور ہم نے آپ (ﷺ) سے قبل جو رسول بھی بھیجے وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے'' (حوالہ الفرقان۔۲۰)

مقتدر اور آسودہ حال لوگ استبداد کے شکنجے میں کسے لوگوں کو پیغام سے متاثر ہونے سے روکنے اور گمراہ کرنے کیلئے اس بات کو حربے کے طور پر استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ نہ اعتراض اور نہ دلیل کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ اللہ کے رسولوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ بشر نہیں ہیں۔ سورۃ ابراہیمؑ کی آیت ۱۱ میں بتایا

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۖ
وَمَا كَانَ لَنَآ أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾

ان کے رسولوں نے ان سے کہا ”ہم تو تمہاری ہی طرح کے بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے
اور ہمارے لئے ممکن نہ تھا کہ اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی سند لاتے اور اللہ پر ہی تو مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے“

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّى هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا

آپ (ﷺ) فرمائیں ”پاک ہے میرا رب! کیا میں بشر اور رسول کے سوا بھی کچھ ہوں؟“ (حوالہ الاسراء۔۹۳ آخر)

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ

آپ (ﷺ) فرمائیں ”میں تم جیسا بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، تمہارا معبود معبودِ واحد ہے“ (حوالہ الکہف۔۱۱۰، فصلت ۶)

اول رسول سے لے کر آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کی تشریف آوری کے زمان تک کے انسانی رویہ کے مطالعہ سے واضح ہوا

لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا۟ ٱلنَّجْوَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ هَلْ هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ ٱلسِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٣﴾
مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا ٱسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾ (الانبیاء۔۲،۳)

”ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت بھی نئی ہو کر آئی اسے وہ کھیل سمجھ کر سنتے ہیں۔ اور ان کے دل کسی اور خیال میں ہوتے
ہیں، اور ظالم چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہیں ”یہ تو تمہاری طرح ہی ایک بشر ہے تو کیا تم یہ دیکھتے ہوئے بھی جھوٹ کو مان لو گے؟“

وَمَا مَنَعَ ٱلنَّاسَ أَن يُؤْمِنُوٓا۟ إِذْ جَآءَهُمُ ٱلْهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓا۟ أَبَعَثَ ٱللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٤﴾

”اور لوگوں کو کسی بات نے ایمان لانے سے نہیں روکا جب ان کے پاس ہدایت پہنچ گئی سوائے اس کے کہ
انہوں نے کہا ”کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟“ (الاسراء۔۹۴)

مفاد کی دلدل میں دھنسے ہوئے لوگوں کے پاس ایک حجت کے جواب میں دی گئی دلیل اور ثبوت کا جواب نہ ہو تو ایک دوسرے
کی نظروں میں اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کیلئے ایک نیا جواز اور حجت اختراع کر لیتے ہیں اور یہ اکابرین اپنی محفل میں باہمی گفتگو میں
یوں خیال آرائی کرنے لگے

أَءُنزِلَ عَلَيْهِ ٱلذِّكْرُ مِنۢ بَيْنِنَا ۚ

”کیا ہمارے درمیان اسی پر ٱلذِّكْرُ (قرآنِ مجید) نازل ہونا تھا؟“ (حوالہ سورۃ صٓ۔۸)

وَقَالُواْ لَوۡلَا نُزِّلَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ عَلَىٰ رَجُلٖ مِّنَ ٱلۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾

''اور کہنے لگے''یہ قرآن ان دونوں شہروں کے کسی بڑے کثیر المال آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا؟'' (الزخرف۔۳۱)

''دونوں شہروں'' کے حوالے سے بات واضح ہے کہ جس محفل میں یہ گفتگو ہورہی تھی اس میں مکۃ المکرّمہ اور طائف سے تعلق رکھنے والے اہل ثروت اکابرین موجود تھے۔ان اکابرین کی گفتگو کے جواب میں جس دلیل اور حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اس سے واضح ہے کہ

رَجُلٍ عَظِيمٍ سے ان کی مراد کثیر المال شخص تھا۔ان اکابرین کی آپس کی گفتگو کے متعلق فرمایا

أَهُمۡ يَقۡسِمُونَ رَحۡمَتَ رَبِّكَۚ

''کیاوہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟'' جہاں تک کثیر المال ہونے کا تعلق ہے بتایا

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيشَتَهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۚ

''ہم ہی ان کے درمیان دنیاوی زندگی کی معیشت کو تقسیم کرتے ہیں

وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُم بَعۡضٗا سُخۡرِيّٗاۗ

اور ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کئے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیں

وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٞ مِّمَّا يَجۡمَعُونَ ٥

اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی آپ پر رحمت (نزولِ قرآنِ مجید) اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں''

مال ودولت کی بناء پر استحقاق کے زعم اور گمان کی نفی کرتے ہوئے فرمایا

وَلَوۡلَآ أَن يَكُونَ ٱلنَّاسُ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ

''اور اگر یہ (خدشہ) نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی گروہ بن جائیں گے

لَّجَعَلۡنَا لِمَن يَكۡفُرُ بِٱلرَّحۡمَٰنِ لِبُيُوتِهِمۡ سُقُفٗا مِّن فِضَّةٖ وَمَعَارِجَ عَلَيۡهَا يَظۡهَرُونَ ٥

تو جو رحمن کا انکار کرتے ہیں ہم ان کیلئے (مال ودولت کی اتنی فراوانی کردیتے کہ) ان کے گھروں کی چھتیں

اور سیڑھیاں جن سے وہ چڑھتے ہیں چاندی کی بنی ہوئی ہوتیں'' (الزخرف۳۲-۳۳)

اسباب دنیا کی اصلیت اور حقیقت کو انسان کیلئے واضح اور نمایاں فرمادیا کہ اسے بڑائی کا معیار، جواز اور حجت نہ سمجھ لیا جائے۔

زمان میں اہل ثروت اکابرین کی یہ روش کوئی نئی بات نہیں تھی۔وہ مال ودولت ہی کو اعلیٰ اور ارذل کا پیمانہ سمجھتے رہے ہیں۔قوم ثمود کے بڑوں نے بھی محفلوں میں آپس میں کہا تھا

فَقَالُوٓا۟ أَبَشَرًا مِّنَّا وَٰحِدًا نَّتَّبِعُهُۥٓ إِنَّآ إِذًا لَّفِى ضَلَٰلٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾

پھر کہتے تھے ''کیا ہم اپنے میں سے ایک ہی بشر کی تابعداری کرلیں؟ تب تو ہم ضرور گمراہی اور پاگل پن میں جاپڑیں گے۔

أَءُلْقِىَ ٱلذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ (القمر۔۲۴۔۲۵)

''کیا ہمارے درمیان صرف اسی پر ٱلذِّكْرُ (کتاب اللہ) نازل ہونا تھا؟ نہیں! بلکہ (ہمارا خیال ہے) وہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے''

بنی اسرائیل کو بھی جب ان کے نبی (علیہ السلام) نے یہ بتایا تھا ''اللہ نے طالوت کو تم پر امیر مقرر کیا ہے''۔تو ان کا اعتراض بھی یہ تھا

نَحْنُ أَحَقُّ بِٱلْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ ٱلْمَالِ ۚ

''ہم اس سے زیادہ حکومت کے حقدار ہیں کیونکہ اسے مال کی کثرت نہیں دی گئی'' (حوالہ البقرۃ۔۲۴۷)

زمان میں مکہ اور طائف کے اکابرین کی طرح بعض اہل ثروت حکومت تو کیا رسالت اور نزول کتاب پر بھی اپنا استحقاق سمجھتے رہے ہیں۔

قرآنِ مجید کو کتاب مبین بتایا گیا ہے۔اس کی آیات کو بین، بیّنات کہا گیا۔اللہ تعالیٰ کے رسول نازل کردہ کتاب پر ہوتے ہیں اور انہوں نے اس بات کو یوں بیان فرمایا

قُلْ إِنِّى عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَكَذَّبْتُم بِهِۦ ۚ (حوالہ الانعام۔۵۷)

''آپ (ﷺ) فرمائیں ''میں اپنے رب کی جانب سے دی ہوئی واضح ہدایت (قرآنِ مجید) پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے''۔

یہ کہ بَيِّنَةٍ سے مراد واضح قرآنِ مجید ہی ہے اس آیت سے عیاں ہے

أَوْ تَقُولُوا۟ لَوْ أَنَّآ أُنزِلَ عَلَيْنَا ٱلْكِتَٰبُ لَكُنَّآ أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ

''یا یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ راہ راست پر ہوتے

فَقَدْ جَآءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ

اس لئے اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح کتاب اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۵۷)

اور یہی بات تمام رسولوں نے اپنے اپنے زمان میں اپنی قوموں کے اہل ثروت سے کہی تھی۔

آدم کے تعارف، بشر سے ابلیس آگے نہ بڑھا اور زمین پر انسانوں کی اکثریت رسول کے تعارف، بشر سے آگے بڑھ کر انہیں پہچاننے، جاننے سے انکاری رہی۔انہوں نے خود اپنا تعارف بتایا

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

''ان کے رسولوں نے ان سے کہا''ہم تو تمہاری ہی طرح کے بشر ہیں''

اور جیسے بشر سے لائق سجدہ آدم بننے کے مراحل سے ابلیس نے دانستہ چشم پوشی کی تھی اسی طرح لوگوں نے رسولوں کے تعارف کے بعد اگلے مرحلے کو سنا ہی نہیں

وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ

(رسولوں نے) ''لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے''

رسولِ کریم ﷺ نے کہا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ''میری طرف وحی کی جاتی ہے''

لوگوں کی اس روش اور قول ''رحمٰن نے ایک کو بیٹا بنا رکھا ہے'' کے متعلق بتایا

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ

''بات جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے بہت بڑی ہے'' (حوالہ الکہف۔۵)

وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں ۔ یہ بات کتنی بڑی اور کس قدر نامناسب ہے بتایا

وَقَالُوا ٱتَّخَذَ ٱلرَّحْمَـٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ ٱلسَّمَـٰوَٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ ٱلْأَرْضُ وَتَخِرُّ ٱلْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَـٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنۢبَغِى لِلرَّحْمَـٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾

''اور وہ کہتے ہیں ''رحمٰن نے ایک بیٹا بنا رکھا ہے''۔ بیشک تم بڑی نامناسب بات لائے ہو۔قریب ہے کہ اس سے آسمان کھل جائیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ دھڑام سے گر جائیں۔ کہ انہوں نے رحمٰن کیلئے ایک بیٹے کا دعویٰ کیا ہے۔
مگر رحمٰن کے شایان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے'' (سورۃ مریم ۸۸۔۹۲)۔سبحان اللہ!

آقائے نامدار ﷺ سے فرمایا

قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ

آپ (ﷺ) فرمائیں ''میں تم جیسا بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، تمہارا معبود معبودِ واحد ہے'' (حوالہ الکہف۔۱۱۰،فصلت ۶)

اور پھر کائنات کے صادق اور امین آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ سے سورۃ الزخرف کی آیت ۸۱۔۸۲ میں ارشاد فرمایا:

قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیں "اگر رحمٰن کے کوئی بیٹا ہوتا تو میں (اس کا) سب سے اول عبادت گزار ہوتا"۔ اور ارشاد فرمایا

سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾

"پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب اور عرش کا رب ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں"

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ آپ (ﷺ) فرمائیں "میں تم جیسا بشر ہوں"۔ یہ آقائے نامدار ﷺ کا فرمان ہے۔ یہ انہوں نے اپنا تعارف بیان فرمایا ہے۔ لیکن خبردار! ان کے الفاظ کو پلٹ کر انہیں اپنا تعارف ان الفاظ میں کوئی انسان نہ کرائے۔ آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ اس کے اولین عابد ہوتے۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ بیٹا تعارف اور ذات کا تسلسل ہوتا ہے اور اس کے مثل ہوتا ہے جس کا بیٹا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور آقائے نامدار ﷺ سے کہلوائے ہوئے اس قول کو پلٹ کے دہرانے کی گستاخی اور بے ادبی کا کوئی مظاہرہ نہ کر بیٹھے اللہ رب العزت نے غیر مبہم اور کھلم کھلے دو ٹوک انداز میں سورۃ الاحزاب کی آیت ۴۰ میں بتایا

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

"(اے لوگو! جان لو اور یاد رکھو) محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہیں۔
بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں"۔

اور آیت مبارکہ کے آخر میں یہ فرما کر وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ٥ "اور اللہ ہر بات کا علم رکھتا ہے" اس بات پر زور دیا کہ اس معاملے میں کسی اور کی جانب سے کہی گئی بات کو درخور اعتناء نہ سمجھنا کیونکہ ہر بات کا علم رکھنے والے کی بات حرف آخر ہے۔ "محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہیں" کے معنی اور مفہوم یہ ہے کہ دنیا کے تمام کے تمام مردوں میں سے کوئی ایک بھی ان کا بیٹا نہیں۔ بیٹا باپ کے مثل بشر ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے بتا دیا کہ کوئی ایک مرد بھی ہمارے آقا، آقائے نامدار محمد ﷺ کے مثل بشر نہیں۔ انہوں نے اپنا تعارف کروایا تھا لیکن تم ان کے متعلق ان کی پہچان یاد رکھو رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

اور یوں پکارو مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۔ آقائے نامدار، رسولِ کریم، خاتم النبیین ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔

ادب کا تقاضا ہے کہ آواز کو زیادہ بلند کیا جائے اور نہ اتنا پست کہ سرگوشی لگے۔ ایمان لانے والوں کو حکم دیا گیا ہے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَرۡفَعُوٓاْ أَصۡوَٰتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ ٱلنَّبِيِّ

''ایمان والو! نبی (کریم ﷺ) کی آواز سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو

وَلَا تَجۡهَرُواْ لَهُۥ بِٱلۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ

اور نہ ان سے زور زور سے مخاطب ہو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے ہوتے ہو''

اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے ادب کے انداز کے بارے میں مومنین کو حکم دینے کے بعد آیت مبارکہ کے آخر میں جس احتمال سے خبردار کیا ہے اس سے لوگوں کو بخوبی اندازہ ہو جانا چاہیے کہ اللہ کے نزدیک رسول کریم ﷺ کے ادب کی اہمیت کیا ہے

أَن تَحۡبَطَ أَعۡمَـٰلُكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ ۝

''ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ظائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو'' (الحجرات۔۲)

متقین کیلئے جنت بنائی گئی ہے۔ تقویٰ کی جانچ کیا ہے؟ پیمانہ کیا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصۡوَٰتَهُمۡ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ لِلتَّقۡوَىٰۚ

''بیشک اللہ کے رسول (کریم ﷺ) کے پاس جو لوگ اپنی آواز کو پست (دھیمی) رکھتے ہیں

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کیلئے جانچ لیا ہے'' (حوالہ الحجرات۔۳)

اللہ اکبر! اللہ اکبر! تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے میرے آقا کے ادب کو تقویٰ کا پیمانہ اور امتحان قرار دیا۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لحہ صبح و شام۔ آقائے نامدار ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والے مومنین کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے لیکن انہیں بھی متنبہ فرمایا۔ اس لئے آقائے نامدار ﷺ کے ادب کے متعلق ہمیں انتہائی محتاط رہنا چاہیے کہ کہیں چند نمازوں اور چند نیکیوں کو بھی کھو بیٹھیں۔

کوئی جدیدیت پسند یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ تو اب ہمارے درمیان موجود نہیں اس لئے آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ کے اس فرمان پر توجہ مرکوز کریں جو انمٹ سیاہی سے اس کتاب لاریب میں درج ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اس نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے جسے کبھی مرنا نہیں۔

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَـٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَۚ

(آپ ﷺ فرمائیں) ''اور یہ قرآنِ مجید میری طرف وحی کیا گیا ہے

تاکہ اس کے ذریعے میں تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جنہیں قرآنِ مجید پہنچے'' (حوالہ الانعام۔۱۹)

قُلْ

''آپ ﷺ کہیں

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ

''اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کی بادشاہت آسمانوں اور زمین پر ہے'' (حوالہ الاعراف۔۱۵۸)

قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّمَآ أَنَا۠ لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٩﴾

'آپ ﷺ فرمائیں ''اے تمام لوگو! میں تمہارے لئے واضح اور کھلے انداز میں خبردار کرنے والا ہوں' (الحج۔۴۹)

وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾

''اور اے رسول (کریم ﷺ)! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانیت کیلئے خوشخبری دینے اور خبردار کرنے والا
لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (سورۃ سباء۔۸۸)

علم شئے، ءَ ایۃِ، مجاز کا ہے۔ اور حقیقت تک رسائی پنہاں کو دیکھنے اور جاننے سے ہوتی ہے۔ اور شئے اور ہستی کے پنہاں کے ادراک کے بعد انسان بصارتوں کی محتاجی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے اپنے پنہاں کو عیاں فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قُلْ إِنَّ صَلَاتِى وَنُسُكِى وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِى لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾

''آپ (ﷺ) کہیں ''میری نماز، میرے اعمال، میرا جینا اور میرا مرنا، سارے جہانوں کے رب، اللہ کیلئے ہے'' (الانعام۔۱۶۲)

''میرا جینا اور میرا مرنا'' آخری سانس تک زندگی کا ایک ایک لمحہ ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے یہ لمحے کس کے تابع ہیں؟

ٱتَّبِعْ مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ

''آپ (ﷺ) اس کی اتباع کریں جو آپ کے رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۰۶)

وَٱتَّبِعْ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ

''اور آپ (ﷺ) اس کی اتباع کریں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ یونس۔۱۰۹)

وَٱتَّبِعْ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ

''اور آپ (ﷺ) اس کی اتباع کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الاحزاب۔۲)

فَإِذَا قَرَأْنَـٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ﴿١٨﴾

'اور جب ہم اسے پڑھ دیں تو پھر آپ (ﷺ) اس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں'' (القیامۃ۔۱۸)

آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ کی ظاہر مجسم آمد سے قبل یعنی انسان کی بصارتوں سے پنہاں تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو بتایا تھا کہ ان کے بعد فقط ایک رسول نے آنا ہے اَسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ''اسم جن کا احمد (معنی تعریف کرنے والا) ہے'' (حوالہ الصف۔۶)

اور جب میرے آقا انسان کی بصارتوں سے پنہاں نہیں تو فرماتے ہیں ''میرا جینا اور میرا مرنا، سارے جہانوں کے رب، اللہ کیلئے ہے''۔ حیات طیبہ بندگی کی اوج ثریا ہے۔ میرے آقا کی حیات مبارکہ کے لمحے آپ ﷺ کے اپنے قول کے مطابق یوں ہیں

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ

''کہ میں صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الانعام۔۵۰، یونس۔۱۵، الاحقاف۔۹)

قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ مِن رَّبِّى

''آپ (ﷺ) فرمائیں ''میں صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میری جانب وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الاعراف ۲۰۳)

قرآنِ مجید ءَ ایۃٍ پر مشتمل ہے جس کی اتباع آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کرتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں قرآنِ مجید آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کی ذات اقدس میں مجسم ہوتا ہے اور تحریر اور حیات باہم ایک محسوس ہوتے ہیں۔ اور علم ءَ ایۃٍ کا ہوتا ہے۔ ءَ ایۃٍ ظاہر اور مشہود ہے جو قابلِ تصدیق ہوتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کا باطن، پنہاں انسان کیلئے ظاہر اور عیاں ہے۔ اور جس ہستی کا باطن، پنہاں ظاہر ہو اس کے متعلق جاننے اور علم میں تشنگی کا عنصر قطعی طور پر موجود نہیں ہوتا۔ وہ ظاہر سے بھی زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ روایت اور جدیدیت پسندوں کے مابین ''وحی'' پر چھڑنے والی بحث پر اللہ تعالیٰ نے آقائے نامدار ﷺ کی زبان مبارک سے پہلے ہی لوگوں کو یہ فیصلہ سنایا ہوا ہے

وَقُلْ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَـٰبٍ

''اور آپ (ﷺ) کہیں ''میں اس پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے کتاب (قرآنِ مجید) میں نازل کیا ہے'' (حوالہ الشوریٰ۔۱۵)

اور آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا ہمیں حکم ہے اس لئے میں ایمان لایا اس پر جو کتاب میں نازل کیا گیا ہے۔ اطاعت رسولِ کریم ﷺ کی بات کو ماننا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور آپ ﷺ کی اتباع قرآنِ مجید کی اتباع کرنا ہے۔ اور یہ حقیقت بتائی

وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ ٱللَّهِ

''اور جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں'' (حوالہ الحجرات۔۷)

لیکن ایک حقیقت تو یہ بھی ہے

وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِى ٱلْقُبُورِ ۝

"مگر آپ (ﷺ) خود انہیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں

إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾

کہ آپ (ﷺ) تو صرف (زندوں کو) خبردار کرنے والے ہیں" (حوالہ فاطر ۲۲-۲۳)

آقائے نامدار ﷺ ہمارے درمیان ہیں جب تک قرآنِ مجید ہمارے درمیان ہے۔اور یہ احساس تو تبھی ہو سکتا ہے اگر ہم "زندہ" ہیں کیونکہ مردوں کو تو وہ سنا ہی نہیں سکتے۔علم ءَ ايَةٍ، کا ہے اور کتاب بھی ءَ ايَةٍ پر مشتمل ہے۔اور علم کی منتہا یہ ہے کہ پنہاں جو ظاہر نہیں وہ بصارتوں میں عیاں ہو۔اور یہ علم حیات کا ضامن ہے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول کو ہمہ تن گوش سنو جب وہ تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں حیات دے گی" (حوالہ الانفال۔۲۴)

اکثر جدیدیت پسند، فلسفی، سائنسدان، محسوسات ہی کو سب کچھ سمجھنے والوں کیلئے علم کی منزل یہ ہے

ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ ۚ

"ان کے علم نے انہیں صرف یہاں تک پہنچایا ہے" (حوالہ النجم۔۳۰)

يَعْلَمُونَ ظَـٰهِرًا مِّنَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ ٱلْـَٔاخِرَةِ هُمْ غَـٰفِلُونَ ﴿٧﴾

"وہ حیات دنیا کے ظاہر میں سے کا علم تو رکھتے ہیں اور آخرت سے وہ غافل ہیں" (الروم۔۷)۔

یہ عدم تفکر کا نتیجہ ہے کہ بعض لوگوں کی دنیا کی زندگی ہی تک علم کی پہنچ ہے۔اور آقائے نامدار ﷺ کی ایک نصیحت "تفکر کرو" پر عمل حیات کی ضمانت ہے

وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلْـَٔاخِرَةَ لَهِىَ ٱلْحَيَوَانُ ۚ

"اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل حیات ہے" (حوالہ العنکبوت۔۶۴)

ظَـٰهِرًا مِّنَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا مختلف آیات کا "پیچھا" کرتے ہوئے ان کی انفرادیت اور ان کے مابین باہمی ربط،

تعلق (relationship)، فرق کو سمجھنا اور اس تعلق اور فرق سے پیدا ہونے والے نتیجے کو جاننا عقل کا کام ہے۔ یہ شعور اور ادراک عطا کرتا ہے۔ یہ حیات دنیا کے ظاہر کا علم ہے۔ انسان لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ''کسی بھی شئے کا علم نہیں رکھتا'' سے اس مقام تک پہنچ گیا۔ سماعتوں اور بصارتوں سے جس کا من چاہے اسے حاصل کرلے کیونکہ اس میں سوائے محنت اور لگن کے اس وجہ سے کچھ اور نہیں چاہئے کہ آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین کی ہرءَ ایۃِ شئے بین، غیر متبدل اور مسخر ہے۔ اور یہ ہر انسان کی تِلْقَآيِ نَفْسِيْ ''میرا ادراک، میری بصیرت'' ہے۔

آقائے نامدار ﷺ کا فرمان ہے

(آپ ﷺ فرمائیں) ''اور یہ قرآنِ مجید میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے میں تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جنہیں قرآنِ مجید پہنچے'' (حوالہ الانعام۔۱۹) اور اللہ تعالیٰ یہ بھی ہمیں بتا رہے ہیں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ''اور جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں'' (حوالہ الحجرات۔۷)۔

ہمارے آقا، آقائے نامدار ﷺ نے میرے اور آپ کیلئے ''موجود اور لاموجود'' کی بے مقصد بحث میں الجھنے سے دور رکھنے کیلئے وضاحت فرمائی ہوئی ہے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَاتُنَا بَيِّنَـٰتٍ

''اور جب انہیں ہماری واضح آیتیں سنائی جاتی ہیں

قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا ٱئْتِ بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَـٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ

تو وہ لوگ جو ہمیں ملنے کی توقع نہیں رکھتے کہتے ہیں ''اس کے علاوہ کوئی قرآن لے آئیں یا اسے بدل دیں''۔

اور آئیں اپنے آقا، آقائے نامدار ﷺ کے فرمان کو سنیں کہ بصر اور بصیرت کیا ہوتی ہے:

قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآيِ نَفْسِيٓ

''آپ ﷺ جواب میں فرمائیں'' مجھے روا نہیں کہ میں اپنی بصیرت وادراک (perception) سے اسے بدل دوں

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ

کہ میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ یونس۔۱۵)

رسولِ کریم ﷺ سے لوگوں نے بظاہر باتیں دو کہی تھیں لیکن آپ ﷺ سے جواب ایک بات کا دلایا گیا ہے۔لوگوں نے کہا تھا کہ اس قرآنِ مجید کے علاوہ کسی غیر قرآن کو لے آئیں یا اِس کو بدل دیں۔دونوں باتوں کا مقصد اور نتیجہ ایک ہی ہے۔لوگوں کو قرآنِ مجید کے علاوہ میں دلچسپی تھی۔ کسی بھی شخص کی تِلْقَآيِ نَفْسِيٓ ادراک وبصیرت کیسے بنتی ہے؟ تِلْقَآيِ میں تِلْقَآء کا مادہ ل ق ی ہے اور ''ی''،ضمیر مجرور متصل ہے واحد متکلم کیلئے آتی ہے۔ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا لِقاءَ ہے۔ملاقات،کسی بات کا بصر یا بصیرت سے (Perception) ادراک کرلینا (جناب راغب)۔نَفْسِيٓ کا مادہ ''ن ف س'' ہے اور انسانی شخصیت کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔نیز وہ توانائی جس سے تمیز کی صلاحیت،شعور اور احساس کی قوت،پیدا ہوتی ہے۔علم اور قلب کے معنوں میں بھی آتا ہے (تاج وابن فارس)۔

ہر انسان کی تِلْقَآيِ نَفْسِيٓ اس کے ذہن پر نقش وہ یادیں،روایتیں،حدیثیں،باتیں،معلومات ہیں جو زندگی کے اُس مقام تک اس کی ساعتوں اور بصارتوں میں آئی تھیں اور جو اس کیلئے علم،ذھانت،دانائی،فہم،تجربہ،بصیرت کا باعث بنی تھیں۔ دنیا کی کسی بھی کتاب کی باتوں کو بدلنے کیلئے انسان کو تِلْقَآيِ نَفْسِيٓ ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔آقائے نامدار ﷺ جس نازل کردہ کتاب کی اتباع فرماتے ہیں اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مجھے روا نہیں کہ میں تِلْقَآيِ نَفْسِيٓ اپنی بصیرت و ادراک (perception) سے اسے بدل دوں'' ہر ذی حیات انسان کا ایک ظاہر ''بشر'' ہے اور ایک اس کا باطن۔اس کا باطن تِلْقَآيِ نَفْسِيٓ ''میری بصیرت وادراک،علم'' ہے جسے اپنے ذہن سے نکال کر سینے میں ''ملاقات'' کرتا ہے اور جو ہستی یہ کہے کہ ''میں اپنی بصیرت وادراک سے اس قرآنِ مجید کو بدلتا نہیں بلکہ اس کی اتباع کرتا ہوں'' تو اس کا باطن،پنہاں وہ کتاب،نور ہی تو ہے۔اور جس ظاہر کا پنہاں،باطن عیاں ہو،نور ہو اور زمان میں محفوظ ہو اس ظاہر اور موجود سے زیادہ ظاہر اور موجود کوئی نہیں ہوتا

وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ ٱللَّهِ ''اور جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں'' (حوالہ الحجرات۔۷)

آقائے نامدار ﷺ سے فرمایا

قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى (حوالہ یوسف ۱۰۸)

آپ (ﷺ) کہہ دیں ''یہ ہے میری راہ کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں،بصیرت کی بنیاد پر،میں اور وہ جو میری اتباع کرتے ہیں''

آقائے نامدار ﷺ کی اتباع کرنے والوں کو "بَصِیرَةٍ" کیسے حاصل ہوتی ہے؟

قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ

(آپ ﷺ فرمائیں) "بیشک تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والا (قرآنِ مجید) آگیا ہے" (حوالہ الانعام-۱۰۴)

جَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ بَصَآئِرُ کا مادہ ب ص ر ہے۔قوت بینائی (جس میں روشنی اور چمک کا پہلو ہوتا ہے)۔بصیر دیکھنے والے نیز دانا و بینا کو کہتے ہیں اور بصیرت قوت ادراک اور ذھانت وفطانت کو کہتے ہیں۔ نظر اور بصر میں فرق ہے۔نظر محدود ہے کہ شئے کا حجم کم ہو جائے یا شئے دور ہو جائے، زاویہ بدل جائے یا شئے کی حرکت کی رفتار روشنی کی رفتار سے بڑھ جائے تو شئے نظر سے معدوم ہو جاتی ہے۔ لیکن بَصَآئِرُ کو تھام لیا جائے تو بصر کی آخری حد یہاں ختم ہوتی ہے

لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ

"اس تک بصارتیں پہنچ نہیں سکتیں (بصارتیں پیچھا کر کے پا نہیں سکتیں)، مگر وہ بصارتوں کو پا لیتا ہے" (حوالہ الانعام-۱۰۳)

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔